اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک نویلی بات

لیجئے ہجری وعیسوی مہینوں کا (گنتی سے) نواں ساتھ بھی دیکھ لیجئے۔ (دھیرے دھیرے یہ نو دن تک تو کھسک چکا ہے، کہیں نو دو گیارہ نہ ہوجائے۔) نو کی بات 'نوی' ہے، نویلی ہے، نیاری ہے اور اکیلی ہے۔ نو کی بات کچھ اتنی جمی جمائی اور ٹھہری ہوئی ہوتی ہے کہ نو کو آپ جتنے سے ضرب/गुणा/Multiply، کر دیجئے، نو کی بات نہیں جاتی، حاصل ضرب/ Product/गुणनफल، کے ہندسوں کا جوڑ نو کا نو ہی ہوگا۔ یہ نو کا جادو ہے جو ہر Product پر چل جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا ہندسہ جو ٹھہرا۔ سب کے سر چڑھ کر بولتا ہے۔ ویسے نو گرہ کے چکر کی بات بھی چلتی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ کیا رنگ لاتا ہے؟ ہمیں نجوم/ ज्योतिषि/Astrology سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس چکر کا جو بھی رنگ ہو، اچھا یا برا، بڑا ہی ہوگا۔ اس کا اثر جو بھی ہو نورنگی ہمیں ضرور پسند ہے جو عام زبان پر چڑھ کر نارنگی ہو چکی ہے۔ مزے کی بات یہ بھی ہے کہ نو کی بڑائی تھی جو نولکھا ہار گوندھ گئی، نہیں تو جب سے یہ زبان پر چڑھا ہے (گلے میں منڈھنے کی حسرت رہی ہے) اور جنتا کو للچا تا رہا ہے، اس زمانہ میں تو لاکھ روپئے (چاندی کے سکے، روپہلا مال) ہی کوئی دیکھ تک نہیں پاتا تھا۔ قارون کے خزانہ میں ہوں تو ہوں، وہاں تو لاکھوں سنہرے سکہ بھی ہوں تو ہم کب دیکھ سکے، وہ سب قارون کے ساتھ دھرتی میں دھنس گئے اور جناب موسیٰ کی آنکھوں کے سامنے۔ قارون ان کا قریبی رشتہ دار لاکھ لاکھ گڑگڑاتا رہا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے (وہ رسول تھے انھیں اپنی بات پر ٹکے رہنا ہی چاہئے تھا) یہاں تک مالک کا رحم پگھل پڑا اور اپنے منہ بولے پیارے کلیم (بولنے والے) کو آڑے ہاتھوں لیا کہ بدبخت قارون اتنا گڑگڑاتا رہا لیکن ایک بار بھی اپنے پالنے والے کو نہیں پکارا۔۔۔۔۔ یعنی وہ اس قارون کو بخشنے پر تیار تھا۔ وہ شامت کا مارا قارون اپنے خزانہ کے ساتھ دھرتی میں گڑ ہی گیا۔ اس کی بات چھوڑیئے دیکھئے نو کی بڑائی کتنا سر چڑھ کے بولتی کہ اکبر جیسے جاہ وجلال کا بادشاہ بھی اس کی مان مان گیا اور اپنے دربار کو 'نورتن' سے سجا بیٹھا بلکہ دربار کا مان بڑھا دیا، نہیں تو دربار میں چاپلوس، چغل خور، خودغرض، خوشامدیوں اور ہر جا بے جا پر راج کی ہاں میں ہاں ملانے والے بے ضمیر من میلوں کے علاوہ کسی اور کی جگہ کہاں ہوتی ہے۔ یہ نورتن واقعی جوہر کے بڑے، کمال کے بڑے تھے، مانے ہوئے بڑے تھے۔ اپنے زمانہ کے نایاب رتن تھے، کمال کی کان سے نکلے، علم وہنر کے تراشے ہوئے ایک سے ایک گوہر تھے۔ یہ اکبر کی جوہر شناسی تھی یا ان کے جوہر کی آب وتاب تھی کہ وہ دربار کے لئے چھانٹ لئے گئے تھے (منتخب روزگار تو تھے ہی)۔

نو کی بڑائی کے لئے یہ کیا کم ہے کہ ہجری کلنڈر کے نویں مہینہ کو اس ایک اکیلے بڑے سے منسوب کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ ہم نہیں

کہتے، اس بڑے کے سب سے بڑے نمائندہ نے کہا ہے جس کی سچائی اور امانت داری کا سکہ دشمنوں تک میں چلتا رہا اور اتنے زور شور سے کہ جب اس کے پیغام کی وجہ سے لوگ اس سے پھرے، تو بھی اسے جھوٹا نہ کہہ سکے یا اس پر اپنے بھروسے کو کم نہ کر سکے، کیا کرتے چلبلا کر اسے شاعر، جادوگر، پاگل کہا، اپنی بات کا بھرم بھی تو رکھنا تھا اور ان کی بات کو ہلکا بھی بتانا تھا۔

ہاں تو یہ نواں مہینہ اسی ایک بڑے سے خاص ہے، ہم بیٹھے بٹھائے اس کے مہمان ہو جاتے ہیں (یہ ہمارا مان کچھ کم بڑا ہے)، سوتے جاگتے ہم پر ثواب انڈیلا جاتا، رات دن ہمیں فضیلتوں کے تحفہ ملتے ہیں، ہماری چاندی ہو جاتی ہے۔ جب یہ بات ہے تو نویں چاند کی کیوں نہ گائیں، سورج کو منہ کیوں نہ چڑھائیں، اس کا روز روز کا پھیرا کچھ بھی گل نہیں کھلاتا، ذرا چاند کو دیکھیں، اپنی چھپی چھپول کے آٹھ چکر کے بعد نویں پھیرے میں ہمیں خدا کا مہمان بنا دیتا ہے۔ ہوئی نہ بات! سورج کو منہ چڑھانے کے لئے ہم اس کو دیکھ کچھ کھاتے پیتے بھی نہیں کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم اسے منہ نہیں چڑھا رہے ہیں، چبلا رہے ہیں۔ لیکن بھائی خالی سورج کو خالی خولی منہ چڑھانے سے ہمارا کیا بنتا ہے، وہ تو وہ یہ اربوں کھربوں نظام ہائے شمسی Solar System سب ہمارے لئے ہی تو بنے ہیں، ان کا مقدر ہماری تسخیر ہے۔ یہ ہماری دھول کو چاٹ بھی نہیں سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں دھرتی بسائے لاکھوں سال ہو گئے ہیں مگر۔۔۔۔۔۔ ہم تسخیر کائنات میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ ہمارے علماء سورج کی تو اتنی اونچی کرتے ہیں کہ اس کے طلوع وغروب کے فلکیاتی حساب کو منٹوں میں مان لیا ہے اور سب سے بڑی عبادت نماز کے اوقات کو اسی کے حوالے کر رکھا ہے، اس کے طلوع وغروب کے ثبوت کی دوسری علامتوں کو پیچھے ڈال رکھا ہے لیکن چاند کے بارے میں علم فلکیات/Astronomy/ खगोल विज्ञान کی ایک نہیں سنتے جب کہ ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ سورج گہن چاند گہن کے سلسلہ میں برسوں (لاکھوں برس) پہلے کی ان کی پیشین گوئی سکنڈ کے ہزارویں حصہ تک سچ ثابت ہوتی ہے۔ وہ نہیں مانتے تو رویت ہلال کی بات، اس میں تو ایک دن کی درستی Accuracy کا سوال ہوتا ہے۔ ایک آقائے خوئی ہوئے جنھوں نے اس سلسلہ میں ایک انقلابی اجتہاد کیا۔ اور مسئلہ کی اہمیت کے مدنظر اپنے اجتہاد کا لب لباب عملیہ میں بھی دیا، نہیں تو عملیہ تو صرف نتیجہ اجتہاد دینے کی جگہ ہوتی ہے۔ اب ایک حکیم امت جناب ڈاکٹر کلب صادق ہیں جو اس کی بات اونچی کئے ہوئے ہیں اور اپنی نہ ماننے کی بات (تھکا فضیحتی تک) کو پیتے چلے جا رہے۔ ہم اسی بات پر اڑے ہیں (وہی مرغی کی ایک ٹانگ) کہ چاند دیکھ کر ہی رمضان مانیں گے اور چاند دیکھ کر ہی عید منائیں گے۔ اس اڑنے میں چاہے تین تین عیدیں ہو جائیں، (اچھا ہے عید کے دن بڑھیں)۔ مسلمانوں کے عید مار کہ ایکے کو خاک میں ملا دیں، ہمارا کیا جاتا ہے؟ یہ تسخیر کائنات ہمارے لئے خواب ہی رہے گی جب تک ہمارے علم وہنر کو سیاست گھن کی طرح کھاتی رہے گی۔ وہ راج کرتی رہے گی اور ہمیں پچھاڑتی رہے گی۔ ایک ہم ہیں اپنے سے انجان، ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو اپنے اوپر راج کرنے کی کھلی چھوٹ دیئے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس جو بچی کھچی عقل رہ جاتی ہے وہ مذہبی سیاست (ملائیت) کو بھینٹ کئے بیٹھے ہیں۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ عقل مارے مذہب کی کسی مذہب میں جگہ ہو تو ہو، کم از کم اسلام میں نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا حاکم وہی ایک اکیلا ہے، ایک وہی ہم پر راج کر سکتا ہے۔ ہم اسی کی نہیں مانتے، اسی کی بات پر نہیں چلتے، ہمیں تو بس اسی کی کرنا چاہئے، پتہ نہیں کیسے ہم پر شیطان اور اس کے نمائندوں کا جادو چل گیا ہے کہ ہم پر سب کی چلتی ہے، نہیں چلتی تو ایک اسی کی۔ ویسے یہ مہینہ تو شیطان بند کر دیا جاتا ہے تاکہ خدا کے مہمانوں کو چھو بھی نہ سکے۔ اس مہینے تو خدا کی کرنے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی، پھر ہم کیوں اسے چھوڑ اس مہینہ میں بھی شیطان کی کرنے

لگتے ہیں۔ یہ مہینہ خاص کر ہمیں تقویٰ کا عادی بنانے کے لئے ہے۔ یہ ہم خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مہینہ کی ٹریننگ کا ہم پر کیا اثر ہوا ہے۔ یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے بلکہ یہی مقصد بھی ہے۔ چونکہ اسلام اور اسلامی باتوں میں عقل بھڑانے کی کوئی روک نہیں (بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس میں عقل لگائی جائے، غور وفکر کی جائے، تدبیر کی جائے)، اس لائسنس کو لے کر چلنے میں بھی روزہ کا ایک فائدہ بتاتا چلوں۔ شاید اس طرف کسی نے آپ کا دھیان نہ کھینچا ہوگا۔ دیکھئے ہمارے جسم میں ایک بڑی ہی نعمت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی وجہ سے ہم وقت پر کھانا نہ کھا پائیں، تو ہمارے حکیمانہ نظام جسم میں ایمرجنسی والی وہ طاقت ہوتی ہے جو کھانے کی کمی کے برے اثر کو دھتا دیتی ہوئی ہمیں طاقت دیتی ہے۔ (آپ نے دیکھا ہوگا کہ وقت پر بہت تیز بھوک لگتی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہمیں کھانے (طاقت) کی ضرورت ہے، لیکن اگر دیر تک نہ کھائیں تو بھوک اپنے آپ مٹ جاتی ہے کیونکہ طاقت کی ضرورت ایمرجنسی والی طاقت سے پوری ہو جاتی ہے) اور ہماری توانائی کمزور نہیں پڑنے پاتی، ہمیں تو ہر پل سوتے جاگتے، صحت و بیماری میں مسلسل توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح اس توانائی کا تار ٹوٹنے نہیں پاتا۔ دوسری طرف جاننے والے ایک بات اور بتاتے ہیں کہ اگر کسی عضو کو، کسی قوت کو زیادہ عرصہ تک کام میں نہ لایا جائے تو وہ اپنے آپ کام کرنا بند کر دیتا ہے۔ روزہ میں دن بھر بھوکے پیاسے رہ کر ہم اس ایمرجنسی والی طاقت کو کام کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اس طرح سال کے ایک مہینہ میں ہم اس ایمرجنسی والی دبی طاقت کو استعمال کرتے رہتے ہیں اور اسے کام میں لا کر ایک طرح اسے تازہ ہونے کا موقع دیتے ہیں۔ ہو سکے تو اس بات کو حیاتیات (Biology) کے ماہرین سے پوچھ کر دیکھیں۔ اگر وہ کچھ اس کے علاوہ بتائیں تو برائے کرم مجھے بھی بتا دیں، میری اصلاح ہو جائے گی۔ میری بات یوں بھی اس سلسلہ میں مستند نہیں، میں حیاتیات کا آدمی نہیں۔ حیاتیات میری دلچسپی کا موضوع کبھی نہیں رہا۔ میں تو اپنے کو زندگی سے پیدل ہی سمجھتا ہوں۔ یہ تو پہلے والوں اور کچھ آج کے خیر خواہوں کی جینے کی دعائیں دینے کا اثر ہے کہ دیکھنے کو سہی میں جیتا جا رہا ہوں، آپ کا بھیجا کھانے کو جی رہا ہوں۔ آپ جیتے رہیں۔

فقط والسلام

م۔ر۔عابد